پیامِ قرآن کی پیش کش

غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ

(سورہ روم کی ابتدائی آیات کا تاریخی پس منظر)

قرآن مجید کے اکیسویں پارے یا تیسویں سورت میں حسب ذیل ارشاد ہوا ہے:

"رحمن ورحیم خدا کے نام سے، الف لام میم، رومی مغلوب ہو گئے قریبی علاقے میں اور وہ اپنی مغلوبیت کے بعد جلد غالب آجائیں گے چند ہی سال میں۔ اللہ ہی کے لیے حکم ہے پہلے بھی بعد میں بھی! اور اس دن مؤمن خوش ہو جائیں گے اللہ کی نصرت کے باعث! وہ جسے چاہتا ہے نصرت دیتا ہے اور وہ غلبے والا ہے اور رحم والا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن لوگوں کی اکثریت (یہ) نہیں جانتی۔ وہ دنیاوی زندگی کی ظاہری حالت کا علم رکھتے ہیں اور آخرت سے وہ غفلت برتتے ہیں۔ ......الخ"
(سورۂ روم، آیت ۱ تا ۷)

ہمارے نوجوان تاریخ پڑھتے ہیں۔ انہیں قرآن سے کم دلچسپی ہے اور جو قرآن مجید کی تلاوت رکھتے ہیں انہیں تاریخ کے مطالعے کا شوق نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ شاید ان آیات کی تفسیر تو نہیں، مختصر سی تفصیل بے معنی نہ ہو گی۔

اولاً لفظ "روم"، اٹلی کا موجودہ پایہ تخت روم ابتداءً چند مفرور پناہ گزینوں کا گاؤں تھا۔ رفتہ رفتہ وہ ایک شہری مملکت بنا، پھر ایک بڑی شہنشاہی کا دارالسلطنت، اس رومی سلطنت کے قبضے میں نہ صرف انگلستان، فرانس، اٹلی وغیرہ بہت

سے ملک تھے، بلکہ افریقہ میں مصر اور ایشیا میں ترکی و شام بھی۔ کئی اتار چڑھاؤ کے بعد چوتھی صدی عیسوی میں اس نے عیسائیت قبول کی پھر جلد ہی انتظامی اعراض سے سلطنت کے دو صدر مقام مقرر کیے۔ روم اور قسطنطنیہ، اس پر زیادہ دن نہ گزرے کہ یورپی علاقوں میں جرمن اور دیگر وحشی قبیلوں نے تاخت و تاراج شروع کی اور پایۂ تخت روم تک پر قبضہ کر لیا۔ قسطنطنیہ اس اثناء میں خود مختار بن گیا تھا اور امتیاز کے لیے روم کو مغربی رومی سلطنت کا اور قسطنطنیہ کو مشرقی رومی سلطنت کا صدر مقام کہا جانے لگا۔ چونکہ شہنشاہ قسطنطین کے زمانہ میں تبدیلی سے قبل قسطنطنیہ کو "بیزنطینہ" کہتے تھے۔ اس لیے اس مشرقی رومی سلطنت کو "بیزنطینی سلطنت" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح "روم" سے اسی مشرقی رومی سلطنت (یا بیزنطینی سلطنت) کے عیسائی لوگ مراد ہیں اور شہر قسطنطنیہ کو قرون متوسطہ کے اختتام تک سرکاری طور پر "جدید روم" سے موسوم کیا جاتا رہا۔ چونکہ مندرجہ ذیل تفصیل میں کئی بار قدیم روم کا بھی ذکر آتا ہے اس لیے خلط مبحث سے بچنے کے لیے ہم یہاں "بیزنطینی" کا لفظ استعمال کریں گے جو قرآن مجید کے "الروم" کا مترادف ہے۔

بیزنطینی سلطنت کی مختصر سرگزشت

رومی لوگ ساری دنیا کی حکومت کے مدعی تھے۔ کرۂ ارض کو "رومی کرہ" سے موسوم کرتے تھے۔ اور ان کے بے شمار معبدوں میں ایک رومی سلطنت بھی تھی جس کی باقاعدہ پوجا ہوا کرتی تھی۔ لیکن ان کا اقتدار اصل میں دنیا کے ایک محدود علاقے پر تھا، اس کا صدر مقام روم تھا۔

شہنشاہ تیوذوس نے سیاسی پریشانیوں سے اپنا پایۂ تخت بیزنطینہ میں منتقل کیا۔ جب ۳۹۵ء میں اس کی وفات ہوئی تو خانہ جنگی نے سلطنت کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ ہمیں مشرقی حصہ سے بحث ہے جسے بعد میں بیزنطینی سلطنت کہنے لگے۔

اعلان خود مختاری کے بعد سے ۴۸۸ء تک یعنی تقریباً ایک صدی تک اسے اپنی آزادی منوانے کے لیے مسلسل برسر کارزار رہنا پڑا۔ جھگڑے اصل میں فوجی افسروں کی آپس کی رقابت کے باعث تھے اور سرکاری فوج کوئی قومی فوج نہ تھی بلکہ صرف بھاڑے کے ٹٹوؤں پر مشتمل تھی۔ ان میں قوط(Goth) کا عنصر زیادہ نمایاں تھا، جو یورپ کے وحشی باشندوں کا ایک قبیلہ تھا۔

بیزنطینی سلطنت کی مغربی حد اس وقت دریائے ڈینیوب تک چلی گئی تھی۔ اسے وہاں ترکستانی خانوں(HUMS) سے سابقہ پڑا جو آتیلا کی سرداری میں یورپ میں گھس آئے تھے اور آتیلا کو خراج دے کر ہی ادھر امن حاصل کیا جا سکا تھا۔

مشرقی سرحد پر ایران تھا۔ پانچویں صدی عیسوی کے اختتام تک اس سے تعلقات خوشگوار رہے بلکہ بارہا ایران اور بیزنطینہ آپس میں تعاون کر کے مشترکہ طور پر ایک مشترکہ دشمن سے مقابلہ کرتے تھے جو وسط ایشیا سے نکل کر کوہ قاف کے دروں میں سے گزرتے ہوئے دونوں سلطنتوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس تعاون کی جگہ بدمزگی کا آغاز ہمارے مغربی بھائیوں ہی سے ہوا۔ شہنشاہ انسطاس نے ۴۹۶ء میں عادتی رقم کی ادائی سے انکار کیا تو جلد ہی ۵۰۲ء میں ایران سے جنگ چھڑی اور تین سال تک جاری رہی، پھر دب کر شہنشاہ قباذ سے صلح کرنی پڑی۔ ۴۹۷ء میں حکمرانِ کندہ (یمن) نے شام و فلسطین تک تاخت کی اور انسطاس ہی کو دبنا پڑا۔

اس اثناء میں مغربی سرحد پر بھی پریشانی سے سابقہ رہا اور ایک بڑا بحری بیڑہ جو قرطاجہ (تونس، شمالی افریقہ) پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ تباہ و برباد ہو گیا۔

مزید دو مصیبتیں تھیں۔ جاگیر دار رعایا پر ظلم و تشدد کرنے لگے اور مرکز میں شنوائی نہ ہوئی۔ دوسرے مذہبی جنون روز افزوں تھا۔ نہ صرف غیر سرکاری مذہبوں (یہودیت اور بت پرستی) پر بے وجہ ظالمانہ دست درازی ہوتی رہی

بلکہ خود سرکاری مذہب (عیسائیت) فرقہ پرستیوں کا شکار تھا۔ اور ہر فرقہ نہ صرف دوسروں کو کافر کہتا تھا بلکہ جب بھی موقع ملتا دوسروں پر جبر اور خون خرابے سے دریغ نہ کرتا تھا، جھگڑا زیادہ تر اس عقیدے کے متعلق تھا کہ آیا حضرت مسیح علیہ السلام میں صرف ایک طبیعت (خدائی) تھی یا بوقت واحد دو طبیعتیں (خدائی وانسانی) تھیں۔

شہنشاہ انسطاس نے سرکاری مصارف گھٹائے اور رعایا پر سے محصول بھی کم کیے جس سے جلد ہی سرکاری خزانہ لبریز ہو گیا لیکن مذہبی جنون اسے بھی تھا۔ یک طبیعتی فرقے سے تعلق کے باعث وہ دیگر فرقوں پر شدید ظلم و ستم ڈھاتا رہا۔ اور خانہ جنگیوں نیز بیرونی جنگوں کے زمانہ میں اس نے ۵۱۸ء میں دنیا کو خیر باد کہا۔ خواجہ سرا وزیر نے وارثوں کو محروم کر کے ایک جاگیر دار یوستین (Justin) کو تخت نشین کیا۔ جو دو طبیعتی فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر بے تعصبی اس میں بھی نہ تھی۔

اس نے پوپ سے پینگ بڑھائی مگر آریائی فرقے پر مظالم آغاز کیے۔ قوط اور دیگر جرمن قبائل اسی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک آریائی سردار تیودوریک نے پوپ کو مجبور کیا کہ قسطنطنیہ جا کر شہنشاہ کے احکام کو منسوخ کرائے۔ پوپ نے تعمیل کی مگر ناکام واپس آیا تو تیودوریک نے پوپ کو قید خانہ بھیج دیا اور وہیں اسے جان دینی پڑی۔ اور جلد ہی شہنشاہ یوستین ۵۲۶ء میں دنیا سے چل بسا۔

اب اس کا بھتیجا یوستیؔنیان (Justinian) تخت پر آیا۔ اس کا انتالیس سالہ دور حکومت گرم و سرد ہر چیز سے لبریز ہے۔ یہ عالم فاضل مانا جاتا ہے۔ علم دوست بھی تھا، انتظامی صلاحیتیں بھی تھیں، دینداری بھی بہت تھی، لیکن یہ کوشش کرتا رہا کہ فرقہ واریت گھٹے اور سب عیسائیوں میں اتحادِ رائے ہو جائے۔ اس اتحاد رائی کی سعی میں اپنے علم و فضل سے وہ مصالحت کی نئی نئی تجویزیں پیدا کرتا رہا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ مصالحتِ عقائد کی ان سرکاری تجویزوں کو بزور حکومت سب سے منوانے کی کوشش کی تو ان سے نئے فرقے ہی پیدا ہو گئے اور مذہبی جبر و ستم کسی طرح گھٹ نہ سکا۔ ستم ظریفی یہ ہوئی کہ شہنشاہ نے ایک بدنام رقاصہ کو اپنا دل دے دیا۔ اس دلنواز تیودؔورا کا تعلق یک طبیعتی فرقے سے تھا۔ تیودؔورا

سیاسیات میں بڑی دخیل رہی اور مؤرخ حیران رہ جاتا ہے کہ شہنشاہ چند پادریوں کو معزول کرتا ہے اور جلاوطن کرتا ہے۔ یہ ملکہ کے محل میں پناہ گزیں رہ کر پوری آزادی سے اپنی جماعت کی قیادت کرتے رہتے ہیں۔ شہنشاہ نے یک طبیعتی فرقے کے علاوہ نسطوریوں پر بھی شدید مظالم کیے جس سے وہ ملک چھوڑ کر ایران میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوتے رہے۔

قطع کلام ہی سہی! یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ تخت نشین ہونے کے چند ماہ بعد ہی یوستی نیان نے تدوینِ قانون کا ایک کمیشن مامور کیا اور پرانے رومی قوانین و نظائر وغیرہ کا پہلا ملخص دو سال بعد کوڈ کے نام سے تیار ہو گیا۔ سرکاری ترمیموں وغیرہ کے باعث تدوین کا کام جاری رہا اور جلد ہی دوسرا مجموعہ پانڈیکٹ کے نام سے اور تیسرا انسٹی ٹیوٹ کے نام سے شائع ہوا۔ ان مجموعہ ہائے قوانین کی دھوم ہے لیکن ان کی تدوین انسانیت کو ایک مبارزت (چیلنج) بھی تھی کہ اس سے بہتر قانون ممکن نہیں ۔ اور اس نے انسانی دماغوں کو مرعوب اور معطل کر دیا۔ اس مبارزت کو عرب کے ایک کملی والے (ﷺ) نے قبول کیا اور آپؐ کے بیان کردہ اصولوں کے اطلاق و توسیع سے فقہ کے نام سے دنیا میں جو نیا نظامِ قانون قائم ہوا، ناطر فدار مبصروں کی نظر میں، اس کے سامنے یوستی نیان کے مجموعے پھیکے ہی ثابت ہوتے ہیں۔

پایۂ تخت کی سرکس کے مقابلوں میں ایک مرتبہ جھگڑا بڑھا تو نہ صرف سپہ سالار کا گھر بلکہ شاہی محل اور گرجا گھر بھی جل گئے۔ بادشاہ شہر چھوڑ کر ایشیا بھاگ جانا چاہتا تھا۔ ملکہ نے ہمت بندھائی اور بڑی بے رحمی سے ہنگامے فرو ہوئے۔ یوستی نیان نے صدر گرجا گھر دوبارہ تعمیر کیا۔ پانچ سال بعد اسے آیا صوفیہ کے نام سے عبادت کے لیے کھولا گیا۔ شان و شوکت کے لحاظ سے یہ اپنے زمانے میں عجوبۂ روزگار سمجھا جاتا تھا۔ سلطان محمد فاتح نے اسے تثلیث کی جگہ توحید کی عبادت گاہ بننے کی سعادت عطا کی، (عثمانی خلافت کے خاتمے کے بعد) مرمت کے لیے چند ٹھیکریوں کی ضرورت تھی اور کمال اتاترک کو اپنی عیاشیوں اور فضول خرچیوں میں اس کی گنجائش نظر نہ آئی تو قارونستان (امریکہ) پر نظر پڑ گئی، وہاں سے اس شرط پر خیرات ملی کہ آئندہ وہاں خدا کا نام نہ لیا جائے، فی الحال آیا صوفیہ نے میوزیم کی صورت اختیار کر لی ہے۔

حکمرانوں کی جوع الارضی مشہور ہی ہے، ابھی یوستی نیان کو تخت پر آئے چند ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ علاقہ قفقاز کے اقتدار کے سلسلہ میں ایران سے جھگڑا شروع ہو گیا، تین چار سال جنگ جاری رہی، اور ایران میں اباحیت و مزدکیت کے بہ جبر زور پرچار کے باعث ملک غیر متحد تھا۔ اور آخر ۵۳۲ء میں نوشیرواں تخت پر آیا۔ اس نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی اور یوستی نیان کو یہی غنیمت معلوم ہوا اور دونوں نے "مدامی" امن کا معاہدہ کیا۔

یوستی نیان نے اس معاہدہ پر تکیہ نہ کیا بلکہ فرزانگی سے ایک طرف قفقازی سرداروں سے حلیفی کی طرح ڈالی تو دوسری طرف نجاشی حبشی سے بھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شام و فلسطین کے عرب باشندوں کو ایک غسانی سردار حارث بن جبلہ کی سرداری میں ایک نیم خود مختار سلطنت عطا کر کے اس کا پابند کیا کہ عرب سے ہونے والے بدوی حملوں کا سدِ باب کریں۔ غسانی عرب یک طبیعتی فرقے کے عیسائی تھے۔ غسانیوں نے بُصریٰ (فلسطین) کو اپنا صدر مقام بنایا۔ جہاں سارے عرب کے کارواں آنے لگے۔ خود رسول کریم ﷺ بھی نو عمری میں وہاں تشریف لے گئے تھے، چونکہ ایرانیوں نے حیرہ (کوفہ) میں لخمی عربوں کی حکومت تسلیم کر کے ان سے بیزنطینی جنگوں میں ہمیشہ فائدہ اٹھایا تھا۔ اس لیے غسانی سلطنت ایک طرح اس کا جواب بھی تھی تا کہ عربوں کو عربوں ہی سے لڑایا جائے۔

ادھر سے فراغت ہوئی تو یوستی نیان نے یورپ فتح کرنے کی کوشش شروع کی، مگر گھر میں مذہبی خانہ جنگیوں کے باعث رعایا کے دل کسی اور طرف لگے ہوئے تھے۔ ملکہ تیودورا کے اثر کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ اس کے اشارہ سے پوپ سلویردس تک کو معزول کر دیا گیا۔ جس پر الزام یہ تھا کہ وہ قوطیوں سے سازش کر کے اٹلی سے بیزنطینیوں کو نکالنا چاہتا تھا۔ اٹلی میں قوطیوں سے جنگ جاری رہی، ان لوگوں نے نوشیرواں کو اکسایا، اس نے بھی موقع دیکھ کر شام پر حملہ کر دیا اور انطاکیہ پر قبضہ کیا۔ یہ جنگ چھوٹے پیمانے پر کئی سال جاری رہی۔ آخر ۵۶۲ء میں پچاس سال کے لیے دونوں "بڑوں" نے صلح کا معاہدہ کیا۔ قوطیوں سے جنگ جاری رہی۔ ایک مرتبہ پورا اٹلی ہاتھ سے نکل گیا۔ اور بڑی تباہیوں کے بعد دوبارہ اس پر قبضہ ہوا۔ پھر اسپین سے جنگ چھڑی، اس اثناء میں ڈانیوبی سرحد سے غفلت برتی گئی تو ترکستانی خان،

سلاف اور بلغار ادھم مچانے لگے اور بحیرہ آدریاتیک سے لے کر قسطنطنیہ تک تباہی پھیل گئی۔ اس وقت سرکاری خزانہ خالی تھا، مگر مذہبی جنون کم نہ ہوا، اور حسبِ سابق شہنشاہ آئے دن مختلف مذہبی عقیدوں کی سرپرستی کرتا رہا۔ مالگذاری کے مظالم بھی بڑھ گئے۔ ملکہ تیوؔدورا ۵۴۸ء میں مر چکی تھی، آخر بیاسی سال کی عمر میں ۵۶۵ء میں یوستی نیان نے بھی جان، جان آفریں کے سپرد کی تو رعایا نے اطمینان کا سانس لیا کہ اب شاید نت نئی آئے دن کی راج ہٹ سے نجات ملے گی۔

اب یوستیؔ نیان کا بھتیجا یوستین تخت پر بیٹھا، اس کے پانچ سال بعد ۵۷۰ء میں مکہ معظمہ کو نبی آخر الزماں کی ولادت گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ۵۷۴ء میں یوستین کا دماغ چل گیا، اس نے ایک قابل فوجی افسر طبیریؔوس کو اولاً قیصر (یعنی نائب السلطنت) پھر آگسٹوس کا شاہانہ خطاب عطا کیا تھا۔ اس لیے ۵۷۸ء میں وہی جانشین بنا، اس نے ملک کی مالی حالت کسی قدر درست کی، چار ہی سال بعد وہ چل بسا۔ اس نے موریؔق (Maurice) کو قیصر اور آگسٹوس کے خطاب اپنی زندگی میں دے کر ولی عہد بنا دیا تھا۔ اب وہی تخت پر بیٹھا

موریؔق کنجوس بھی تھا اور فوج میں بھی کلیدی عہدوں کے لیے اقربا نوازی کرتا رہا۔ اس طرح فوج میں نااہل لوگ شامل ہو گئے۔ دوسری طرف پوپ نے جو اب تک اپنے آپ کو بیزنطینی رعیت سمجھتا تھا، یہ ادّعا شروع کیا کہ مذہبی معاملوں میں (جن میں گرجا کے پادریوں کا تقرر بھی شامل ہے) اقتدار اسے اور صرف اسے حاصل رہے۔ اس طرح پوپ سے بھی جھگڑا شروع ہو گیا۔ مغربی سرحدوں کا امن وہاں کے وحشی سرداروں کو وظیفہ (بلکہ خراج) دے کر حاصل ہوا تھا، کنجوسی کے جنون میں تخفیفِ مصارف کی کلہاڑی ان وظائف پر چلی، نتیجہ ظاہر ہے اس پر مستزاد یہ کہ ان مغربی بھاڑے کے ٹٹوؤں کی جگہ فوج میں آرمینیا اور قفقاز کے لوگوں کو بھرتی کرنے کی تجویز میں بیزنطینی سرحد کو ان علاقوں تک پھیلانے کی کوشش کی گئی۔ اس پر ایران سے جھگڑا شروع ہو گیا اور پچاس سالہ امن کا معاہدہ دس ہی سال بعد موریؔق نے چاک کر دیا۔ یہ جنگ پچاس سال تک چلتی رہی۔ اور غزوۂ حدیبیہ کے زمانے میں ختم ہو سکی۔ اسی جنگ کے وہ دو اجزاء ہیں جن کا سر مضمون پر درج کردہ آیاتِ قرآن میں ذکر ہوا ہے۔

آغازِ جنگ

جنگ کا خطرہ دیکھ کر دونوں "بڑوں" نے اپنے زیرِ اثر نیز اپنے ہمسایہ حکمرانوں کا تعاون حاصل کرنے کے لیے ایک سفارتی جنگ شروع کی تھی۔ یوستین (Justine) نے مغربی ترکوں کے خاقان سے حلفی کر لی تھی۔ خاقان کا علاقہ چین سے ماوراء النہر تک پھیلا ہوا تھا۔ اور یہ ایران کا مخالف تھا۔ یوستین نے ایران کی آرمینی رعایا سے بھی ساز باز کر لی نیز ا یبیّر قوم سے جو ایرانی صوبہ داروں سے نالاں تھے، (پھر ۵۰۲ء) میں یوستین نے اس خراج کی ادائی سے انکار کیا جو حسبِ معاہدہ وہ ایران کو دینے کا پابند تھا۔ نوشیرواں نے بیزنطینی سرحد کے سب سے اہم قلعہ "دارا" پر بہ آسانی قبضہ کر لیا۔ شہنشاہ یوستین بیمار تھا اس لیے عارضی صلح کر لی گئی۔ پھر مزید فوجیں اکٹھی کی گئیں۔ نوشیرواں بھی سمجھ گیا اور اچانک بیزنطینی آرمینیا پر حملہ کر دیا۔ جنگ کا پر کبھی اِدھر کبھی اُدھر جھکتا رہا۔ ۵۷۸ء میں نوشیرواں کی وفات پر ہرمز اور اس کے بعد پرویز بادشاہ بنے اور جنگ برابر جاری رہی۔ اور ۵۸۲ء میں موریق تخت پر آیا اور اپنی کنجوسی سے عین جنگ کے زمانہ میں سپاہیوں کی تنخواہ کم کر دی۔ انہوں نے بغاوت کر دی۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ عین اس فیصلہ کن زمانے میں ایران میں بھی خانہ جنگی شروع ہوئی اور ایک سردار بہرام (چوبیں) نے کچھ اتنا سر اٹھایا کہ پرویز کو سوائے اس کے کچھ نہ سوجھی کہ بھاگ کر ۵۹۰ء میں بیزنطینی علاقے میں پناہ لے۔ موریق نے اس کی آؤ بھگت کی بلکہ اپنی بیٹی بھی بیاہ دی۔ پھر اپنی فوج بھی اس کے سپرد کی۔ پرویز نے اس کی مدد سے اپنا تخت واپس حاصل کر لیا اور اظہار شکر گزاری میں بہت سا علاقہ بیزنطینیوں کے سپرد کر دیا۔ موریق کو ایران کی طرف سے اطمینان ہوا تو یورپ کی طرف نئے سرے سے توجہ کی مگر یہ بعد از وقت ثابت ہوا۔ بیرونی تباہیوں کے وقت اندرونی خانہ جنگیاں بھی پھوٹ پڑتی ہیں چنانچہ فوقاس (Phocas) نے بغاوت کی اور موریق کو قتل کر کے تخت پر آیا۔ اور آٹھ سالہ دور حکومت میں موریق کے سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے علاقوں کے تخلیئے شروع ہو گئے۔ شہنشاہ ایران تاک میں تھا کہ مجبوراً جو علاقے "اظہار شکر گزاری" میں سپرد کرنے پڑے تھے ان کو واپس حاصل کرے، اس نے اپنے محسن موریق کی موت کو بہانہ بنایا اور

خون کے انتقام کے لیے جنگ شروع کر دی۔ اور ۶۰۵ء میں مکرر سرحدی قلعہ دارا پر قبضہ کر لیا۔ پھر شاہین نامی افسر کی سرداری میں بیزنطینی آرمینیا پر حملہ کیا اور ارض روم پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے افسر شہر براز نے ماروین، آبد اور اویسہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ۶۱۰ء میں (بعثتِ نبویؐ کے سال بحیرۂ بوسفورس پر خلقیدون(Chalgedon) تک پہنچ گیا۔ ان حالات میں بھی احمق شہنشاہ فوقاس کو سوجھی تو یہی سوجھی کہ شام و مصر میں عیسائی فرقہ بندی میں مذہبی تشدد کے شعلے بھڑکائے۔ سارے شام میں بغاوت مچی، یہودیوں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ اور انطاکیہ کے بطریک انسطاس کو جان سے مار ڈالا۔ اس زمانہ میں افریق فوج کا سردار ہرقل مصر سے فوجیں لے کر قسطنطنیہ آتا ہے اور فوقاس کو قتل کر کے خود تخت پر بیٹھتا ہے۔

غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ

فوقاس(Phocas) کے زوال سے صورت حال نہ سنبھلی۔ ۶۱۱ء میں ایرانی سپہ سالار شہر براز نے انطاکیہ پر قبضہ کیا۔ ۶۱۲ء میں ایرانی شام میں گھس گئے اور ۵ مئی ۶۱۳ء کو بیت المقدس پر (جسے قرآن مجید نے ادنی الارض، قریبی علاقہ کا نام دیا ہے) قبضہ کر لیا۔ یہاں سے وہ نہ صرف باشندوں بلکہ بطریق (صدر پادری) کو بھی قید کر کے لے گئے اور ستم یہ کیا کہ وہ اصل صلیب جس پر شبیہ مسیح کو سولی لٹکایا گیا تھا اور جس کی عیسائیوں میں انتہائی عزت و حرمت تھی، اسے بھی لے گئے۔ ۶۱۵ء میں شاہین نے خلقیدون پر قبضہ کر لیا اور ہرقل نے صلح کی التجا کی تو خط کا کوئی جواب تک نہیں دیا گیا۔ جلد ہی (۶۱۷ء تا ۶۱۹ء) مصر اور اسکندریہ پر بھی ایرانی قبضہ کیا ہوا کہ قسطنطنیہ کا غلہ کرانہ بند ہو گیا۔ عین اسی زمانہ میں اسپین بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اور ڈانیوبی سرحد میں آوار اور سلاف اودھم مچانے لگے۔ آوار تو نئے خاقان کی سرداری میں جون ۶۱۷ء میں قسطنطنیہ تک پہنچ گئے اور چاہا کہ ہرقل کو کسی بہانے شہر سے باہر بلا کر قید کر لیں۔

وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ

ہرقل ۶۱۰ء میں اسی سال تخت پر بیٹھا تھا جس میں بعثتِ نبویؐ ہوئی تھی۔ اور غلبت الروم کا واقعہ بھی اسلام کی مظلومیت اور قبل ہجرت زمانے سے ہمعصری کا تعلق رکھتا ہے۔ ہرقل کو کیا معلوم ہوگا کہ دور دراز مکہ میں بھی نہ صرف اس کے دوست تھے بلکہ پورے ایقان کے ساتھ دعویٰ کر رہے تھے کہ "چند ہی سال میں رومی اپنی مغلوبیت کے بعد مکرر غالب آجائیں گے۔" یہ ہمدردی محض اس لیے تھی کہ ہرقل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تھوڑی بہت نسبت تھی اور وہ تثلیث کی الجھنوں کے باوجود اللہ کا ایک مانتا تھا۔ وہ آتش پرستی پر نیکی اور بدی کے دو الگ الگ خدا ماننے کو تیار نہ تھا۔ رسول عربی ﷺ پر آئی ہوئی وحی کی اساس پر ابو بکر صدیقؓ نے بت پرستانِ مکہ سے شرط باندھی کہ نو سال کے اندر کایا پلٹ جائے گی۔ اور واقعہ ۶۲۸ء میں پیش آبھی گیا۔

یہ کیسے ہوا؟ اس عالمِ اسباب میں ہرقل ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھا رہا۔ اس نے بچے کھچے علاقے میں امن و نظم قائم کیا۔ فوج کی نئی تنظیم کی۔ اسے بہ کثرت مشق کرا کر کام کی تربیت دیتا رہا۔ اس نے ایک مقدس جنگ کی تیاری کا اعلان کیا۔ اور تین ہی سال بعد ۶۲۲ء میں (سالِ ہجرت) اس نے ایشیائے کوچک سے آرمینیا تک کا راستہ پہلے ہی حملے میں صاف کر لیا۔ اور آذر بائجان پہنچ کر قریب تھا کہ خوچ شہنشاہ ایران خسرو پرویز کو قید کر لے۔

آرمینیا فوجی بھرتی کا علاقہ تھا۔ چنانچہ بیزنطینی فوج میں آرمینی اب آسانی سے بھرتی کیے جانے لگے۔ ۶۲۴ء میں (غزوۂ بدر کے سال) ہرقل کو کچھ پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ خسرو پرویز نے آوار قوم سے صلح کرنے کے بعد بڑی کوشش کی کہ ہرقل کے خطرے سے نجات حاصل کر لے اور چاہا کہ قسطنطنیہ پر ٹوٹ پڑے۔ شہر براز کا علقیدون پر قبضہ تھا۔ شاہین برابر ہرقل پر حملے کیے چلے جا رہا تھا اور ایسے وقت میں آوار قسطنطنیہ کا محاصرہ کرنے آپہنچے۔ کچھ قسمت آزمائی کرنے کے بعد خانِ آوار یہ سمجھ کر کہ انگور ابھی کھٹے ہیں، واپس چلا گیا۔

ہر قل قسطنطنیہ کے محاصرے سے پریشان نہ ہوا اور اپنے بھائی تیوؔدر کو شاہؔین سے مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ کر خود دجلہ میں اتر پڑا۔ یہ دسمبر ۶۲۷ء کا واقعہ ہے۔ تین ماہ بعد ۶۲۸ء میں (غزوۂ حدیبیہ کے سال) اس نے نینوا کے کھنڈروں کے پاس پرویز کی فوجوں کو ایک ایسی شکستِ فاش دی کہ تختِ کیانی لرز گیا۔ اور ہر قل پایۂ تخت مدائن سے چند میل تک آگیا۔

پرؔویز کو اس کے اپنے بیٹے شیرؔویہ نے جان سے مار ڈالا اور فوراً صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ مؤرخ گبؔن کے مطابق ماہ مارچ ۶۲۸ء مطابق ذیقعدہ ۶ھ میں اور مورخ بریئے (Brehier) کے مطابق ۱۳ اپریل ۶۲۸ء مطابق ۲۲ ذیقعدہ ۶ھ کو صلح نامہ طے ہو گیا۔ جس کے تحت آرمینیا، مصر، شام وغیرہ کا تخلیہ کرنا تھا۔

ہر قل نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ادیسہ سے پیدل بیت المقدس جا کر وہاں گرجا میں اصل صلیب واپس کی اور ستمبر ۶۲۸ء میں مذہبی عید کے وقت وہاں سرِ نیاز جھکایا۔ جیسا کے مؤرخ نقفور (Nicephore) کا بیان ہے اور پھر اس کے بعد پایۂ تخت قسطنطنیہ گیا۔

ادھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شرط جیت کر قریش سے بہت سے اونٹ حاصل کیے۔ نقل کردہ قرآنی آیات کو پھر پڑھیے اور سوچئے کہ لوگوں کی اکثریت دینوی زندگی کے ظاہر کو دیکھتی ہے اور آخرت سے بھی غفلت برتتی ہے اور "اعدوالھم" سے بھی حالانکہ دنیا عالمِ اسباب ہے۔